عصرِ حاضر اور اسلامی معاشرے کی تشکیل

پروفیسر سعید اکرم ○

دنیا کو آج بے شمار خطرات اور مشکلات کا سامنا ہے۔ دنیا اتنی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہے کہ کسی قدم پر بھی ٹھوکر کھا کر آن کی آن میں تباہی کے گہرے غاروں میں گر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جدید سائنسی ترقی نے دنیا کو بے پناہ آسایشوں سے مالا مال کر دیا ہے لیکن اس ترقی نے اسے ایسی مہلک ایجادات بھی فراہم کر دی ہیں جن سے وہ چند لمحوں میں اپنی موت کے ساماں خود پیدا کر سکتی ہے۔ لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بسنے والوں کو خوف و ہراس سے نکال کر ایسی زندگی فراہم کی جائے جس میں ہر طرف سکون، محبت اور اخلاق کا دور دورہ ہو اور اُسے وہ معاشرہ دیا جائے جو انسان کے شایانِ شان ہو۔

چند غور طلب پہلو

عصرِ حاضر انسان سے جو تقاضے کرتا ہے انھیں مختصراً یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

○ **زندہ رہنے کا حق:** آج پوری دنیا ایک عالمی بستی (گلوبل ویلیج) بن چکی ہے۔ جدید سائنسی ترقی نے زمینی فاصلے ختم کر کے رکھ دیے ہیں۔ کوئی جدید ترین ترقی یافتہ ملک بھی باقی دنیا سے کٹ کر اپنے طور پر زندہ رہنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ اب دنیا کے ہر طبقے اور ہر نظام کے علم بردار انسانوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ وہ دوسروں کو زندہ رہنے کا حق دیں گے تب ہی ان کی

○ پرنسپل، الہدیٰ پبلک اسکول، سہگل آباد (چکوال)

اپنی زندگی بھی محفوظ رہے گی۔

○ شخصی آزادی کا احترام: عصرِ حاضر تقاضا کرتا ہے کہ آمریت اور شخصی حکومتوں کو اب دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔ بادشاہت کی جگہ حقیقی جمہوریت کو رواج دیا جائے۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا اور کوئی ملک کسی دوسرے ملک کا حق سلب نہ کرے۔ انسانی آزادیوں کا احترام کیا جائے۔ اپنے مفاد اور اپنی پسند کے فیصلے دوسروں پر زبردستی مسلط نہ کیے جائیں۔ ہر سطح پر احترام کرو اور احترام کراؤ کا جذبہ اُجاگر کیا جائے۔

○ طاقت کے زعم کا خاتمہ: اب دنیا کا اُسلوب اور مزاج بدل چکا ہے۔ وہ دن گئے جب طاقت کے بل بوتے پر دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا جاتا۔ آج ایران اور عراق کی جنگ' اُمریکا اور ویت نام کی لڑائی' اسرائیل کا فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور ظلم و جور اور بھارت کی کشمیر پر فوج کشی نے ثابت کر دیا ہے کہ جبر و طاقت اور اسلحے کے بل بوتے پر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ افغانستان پر روس کی یلغار اور کویت پر عراق کی یورش کے نتیجے میں بھڑکی ہوئی آگ پھیلتی ہی جارہی ہے۔ آج اگر امریکا بھی یہ سمجھتا ہے کہ آگ اور خون کے کھیل سے دنیا کو امن نصیب ہوگا تو یہ اس کی بھول ہی نہیں بہت بڑا جرم بھی ہے۔ عصرِ حاضر کا تقاضا ہے کہ ہر ملک ہوش کے ناخن لے۔ کوئی ملک اس زعم میں مبتلا نہ ہو کہ وہ طاقت کے زور سے اپنے فیصلے منوا سکتا ہے۔

○ 'دہشت گردی' اور تشدد کا خاتمہ: آج دہشت گردی کے خوف سے بڑی سے بڑی طاقت کی نیندیں حرام ہوچکی ہیں۔ پوری دنیا دہشت زدہ نظر آتی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تشدد کی ہر لہر کو مل کر روکا جائے' تاہم اس بات پر غور کرنا لازم ہے کہ وہ کون سے حالات اور کون سی محرومیاں ہیں جو لوگوں کو دہشت گرد بننے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ اپنے سمیت ساری دنیا کو خاک میں ملا دینے پر تُل جاتا ہے۔ کوئی بھی یقیناً اتنا بڑا فیصلہ اتنی جلدی میں نہیں کرتا ہے ؎

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

آج وقت تقاضا کرتا ہے کہ 'دہشت گردی' کو ختم کرنے کے لیے پہلے اس کے اسباب کو ختم

کیا جائے۔ غاصب اقوام کے منہ زور گھوڑوں کو لگام دی جائے۔ دنیا اچھی طرح جان لے کہ انتقام کی آگ وقتی طور پر تو ٹھنڈی ہو سکتی ہے ہمیشہ کے لیے بجھ نہیں سکتی۔

○ **دہشت گردی اور تحریک آزادی کا فرق**: اس میں شک نہیں کہ انسانوں کا سکھ چین لوٹنے کے لیے دہشت گردی کا ہلکے سے ہلکا جرم بھی بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا والے اپنے گھر اور اپنے ملک کے اندر رہ کر جینے کا حق مانگیں اور ان پر قابض قوتیں انھیں 'دہشت گرد' قرار دے کر ان کو بچوں سمیت اجتماعی قبروں میں اُتار دیں، تو یہ حد درجہ ناانصافی اور ظلم عظیم ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ دہشت گردی اور تحریکِ آزادی میں فرق کو سمجھا جائے۔ حقوق و فرائض کے پیمانے یکساں ہوں اور ہر بڑے اور چھوٹے کا جرم ایک ہی پیمانے سے ناپا جائے۔

○ **عالمی طاقت کا خونی کھیل**: آج دنیا کی واحد سوپر پاور کے دماغ سے سپریم پاور بن جانے کا خیال نکالنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سوپر پاور نے گذشتہ تین چار عشروں سے پوری دنیا کو زیرِنگیں بنانے اور پوری دنیا کے وسائل پر زبردستی قبضہ کر لینے کا جو خونی کھیل شروع کر رکھا ہے، اس کے پیشِ نظر ضروری ہو گیا ہے کہ دنیا کی دیگر طاقتیں مصلحت کی پالیسی ترک کر دیں، اس کے جرم میں حصہ دار بننے سے رُک جائیں اور اس کی حوصلہ افزائی کے گناہ سے باز آ جائیں، ورنہ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ قدرت کی چکی جب چلتی ہے تو گندم کے ساتھ گھن بھی پس جایا کرتا ہے۔

○ **اقوام متحدہ کا حقیقی عالمی کردار**: آج اس بات کا جائزہ لینا لازم ہو چکا ہے کہ اقوام متحدہ اب تک اپنے مقاصد کے حصول اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں کیوں ناکام ہوتی آ رہی ہے؟ اسے ایک یرغمالی ادارہ اور محض ایک انگوٹھا چھاپ مشین کس نے بنا کر رکھ دیا ہے؟ افغانستان اور عراق پر حملوں کی قراردادیں دیکھتے ہی دیکھتے کیسے منظور ہو گئیں، اور کشمیر اور فلسطین کے مسائل کے حل سے متعلق قراردادیں فائلوں کے انبار تلے سے نکلنے کو کیوں اب تک ترس رہی ہیں؟ عصرِ حاضر تقاضا کرتا ہے کہ اس عالمی ادارے کو حقیقی معنوں میں ایسا ادارہ بنایا جائے جو ہر ظالم کو سزا اور ہر مظلوم کو اس کا حق دلا سکے۔

○ **دنیاوی و روحانی فلاح کا توازن:** آج دنیا جس قدر مادی ترقی میں آگے بڑھتی جارہی ہے، اسی قدر روحانیت سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ انسان کی من کی دنیا اور تن کی دنیا میں توازن حد درجہ بگڑ چکا ہے۔ آج دنیا دو طبقوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک طبقہ مذہب کو الگ رکھ کر صرف مادیت کے بل بوتے پر اخلاقی قدروں میں آگے بڑھ جانا چاہتا ہے، اور دوسرا طبقہ مذہب کے ساتھ جنون کی حد تک چمٹے رہنے اور قدیم رسم و رواج کی کڑی پابندیوں کو ہی زندگی کی معراج تصور کرتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ انتہا پسندی کا راستہ کلیتاً ترک کر کے ایسا معتدل راستہ اختیار کیا جائے جس پر چل کر انسان اپنی دنیوی اور روحانی فلاح کی منزل پاسکے۔

○ **اسلام ہی امن عالم کا ضامن:** آج مغرب اپنے تمام ذرائع کے ہمراہ یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ اسلام ایک 'انتہا پسند'، 'قدامت پرست' اور 'دہشت گرد' مذہب ہے۔ وہ ہر مسلمان کو 'دہشت گرد' اور اسلام کو دہشت گردی کی فیکٹری قرار دیتا ہے، اور اس کے ساتھ لبرل ازم کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی حرارت نکالنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کو نہایت تیزی سے دلوں میں اتار دینے میں کوشاں ہے۔

اِن حالات کے پیشِ نظر عصرِ حاضر اُمتِ مسلمہ سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ مغرب کے پروپیگنڈے کا نہ صرف مؤثر جواب دے بلکہ یہ ثابت کرے کہ:

— اسلام ہی ساری دنیا کو بھلائی دینے والا دین ہے۔

— یہ اُمت عالم گیر امن کی دعوے دار اُمت ہے۔

— ان کی کتاب دنیا کو روشنی فراہم کرنے والی کتاب ہے۔

— ان کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آنے والا رسول ہے۔

— مغرب کو بتایا جائے کہ خود ان کے بڑے بڑے دانش ور تسلیم کرتے ہیں کہ:

He was the only man in history who was supremely successful on both the religions and secular levels". (Dr. Michal Hart, *The 100*)

—— یہ بھی واضح کیا جائے کہ جن کا مزاج ہی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ ۲:۲۵۶) ہو، وہ تشدد اور دہشت گردی جیسے برے راستے پر کبھی نہیں نکل سکتے۔

درپیش چیلنج اور ان کا حل

ان حالات میں اُمتِ مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سرکارِ دوجہاں، رحمت کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیروکاروں کی سیرت کا ورق ورق دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دے اور دنیا خود دیکھ لے کہ اسلام اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کیا ہیں۔

○ **علم و تحقیق**: اسلام، علم کے زیور سے آراستہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اسلام علم حاصل کرنے اور رموزِ کائنات کا کھوج لگانے پر جتنا زور دیتا ہے، کوئی اور مذہب اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ اسلامی معاشرے میں جاہلوں اور بے علم لوگوں کو ہرگز وہ مقام نہیں مل سکتا جو صاحبِ علم لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، متعلم ہو، علم سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا ہو، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو (یاد رکھ) ہلاک ہوجائے گا۔ (مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۲۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو ان امور میں شامل کیا ہے جن پر رشک کیا جاسکتا ہے۔ آپؐ ہمیشہ دعا فرماتے: میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۴)

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو دلوں سے جہالت کے اندھیرے نکال کر ان کی جگہ علم کی شمعیں جلا دیتا ہے۔

○ **حقوقِ نسواں**: آج مغرب الزام دیتا ہے کہ اسلام عورتوں کے معاملے میں انصاف نہیں کرتا۔ اُسے خبر ہی نہیں کہ اس دین کے نام لیواؤں کا خدا تو انھیں حکم دیتا ہے کہ:

عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ (البقرہ ۲:۲۲۸)

اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔ (النساء ۴:۱۹)

مردوں کا وہ حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا وہ حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ (النساء ۴:۳۲)

ان کا نبیؐ ان سے کہتا ہے: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (مسلم، ج۱، ص۳۹)

اسلام نے تعلیم کو کبھی ایک طبقے تک محدود نہیں رکھا۔ خواتین نے جب آپؐ سے تعلیم کے لیے ملنے کی درخواست کی تو آپؐ نے ان کے لیے علیحدہ وقت مقرر کر دیا اور الگ جگہ کا تعین فرما دیا۔(مسند احمد' ج ۱۳' ص ۸۵)

اسلام خواتین کے بارے کہیں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ انھیں برابری کا حق دے کر ان کی پوری حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ہاں' اپنی تعلیمات کی روشنی میں اتنا ضرور تجویز کرتا ہے: ۱- اسلامی نظام تعلیم میں لڑکیوں کے لیے تعلیم کا انتظام الگ ہونا چاہیے۔ ۲- ان کے لیے نصابِ تعلیم الگ ہونا چاہیے کیوں کہ ان کی عملی زندگی مردوں سے مختلف ہوتی ہے۔(انسانِ کامل' ص ۲۴۵)

اب اگر ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اسلامی معاشرہ خواتین کو حصولِ علم کا ہر موقع فراہم کرتا ہے اور انھیں پورا تحفظ فراہم کرتا ہے تو اس کی 'روشن خیالی' میں کہاں کمی رہ جاتی ہے۔ البتہ یورپ اگر اہلِ ایمان کی قندیلِ ایمانی کو بے حیائی اور فحاشی کی تعلیم سے مدھم کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے ؎

دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

○ **عصبیت سے مبرّا:** غیر مسلموں کے پروپیگنڈے کے برعکس قرآنِ مجید کی تعلیمات اور ارشاداتِ نبی کریمؐ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ تعصب کی مذمت کی ہے اور معاشرے کو ہمیشہ اس برائی سے پاک رکھنے کی سعی کی ہے۔

> اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبے سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرو۔(المائدہ ۵:۲)

> اے لوگو' جو ایمان لائے ہو' اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔(المائدہ ۵:۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو معاہدہ لکھوایا اس کے الفاظ تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا: یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیرالمومنین عمرؓ نے ایلیا

کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ اس طرح کہ نہ ان کے گرجوں میں سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ اُن کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے مالوں میں کمی کی جائے گی اور مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔

حکمرانِ امویہ، عباسیہ، اندلسیہ و فاطمیہ کے عہد حکومت میں اقوامِ غیر کا صدیوں تک آباد رہنا مسلمانوں کی بے تعصبی کی روشن دلیل ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کو متعصب قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کے دربار میں ہندو امرا کی فہرست اکبر کے دربار سے زیادہ لمبی ہے۔ سیاستِ حاضرہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ بے تعصبی اور رواداری ہی ان کے زوال کا سبب بنی۔ ایک سیر چشم مسلمان یہ اعتراض تو تسلیم کرسکتا ہے لیکن یہ کبھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔ (رحمۃ للعالمینؐ، ص۳۷۴-۳۷۵)

○ **بہترین مدنیت:** اسلام اعلیٰ ترین مدنیت کا حامل معاشرہ فراہم کرتا ہے۔ وہ کہیں بھی انسان کو رہبانیت کا درس نہیں دیتا۔ وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا (الحدید۵۷:۲۷)، یعنی ترکِ تمدن بدعت ہے۔

اسلام انسان کی خودی کی تعمیر کرکے اسے ایسا روشن خیال بنا دیتا ہے جس کی دنیا اور دین کے درمیان فاصلے ختم ہوجاتے ہیں۔ وہ اسے معاشرے کا ایسا فرد بنا دیتا ہے جس کی زندگی کا کوئی پہلو کمزور نہیں رہتا۔ وہ اسے اپنے خالق کا سچا بندہ، والدین کا سعادت مند بیٹا، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والا، تمدن کا پورا محافظ، فرماں بردار، راست گو، امانت دار، صلح پسند، فساد کا دشمن اور نسلِ انسانی کا دوست بنا دیتا ہے ___ اور پھر ایسے افراد مل کر جو معاشرہ تشکیل دیتے ہیں تو اس میں اعلیٰ ترین مدنیت از خود ہر طرف سے جھلکتی نظر آتی ہے۔

○ **مساواتِ انسانی کا بہترین نمونہ:** اسلام مساواتِ انسانی کا ایسا علم بردار معاشرہ تشکیل دیتا ہے جس میں ہر شہری کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں جن کا وہ حق دار ہوتا ہے۔ اسلام اس اصول کی پوری پاس داری کرتا ہے۔ اعلیٰ ترین تمدن کا دعوے دار یورپ، تمام دعوؤں کے باوجود عملاً ایسا نہیں کرتا۔ برطانیہ کی سلطنت میں، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلز، سب شامل ہیں۔

لیکن ان کا کوئی باشندہ آج تک برطانیہ کا وزیراعظم نہیں بن سکا۔ کوئی کیتھولک اس عہدے تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری طرف تاریخِ اسلام شہادت دیتی ہے کہ یہاں ایک غلام کا بیٹا بھی دربارِ رسالتؐ سے فوجوں کی سپہ سالاری کا عہدہ پاسکتا ہے۔ ایک زرخرید غلام کے بیٹے کا نکاح سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن سے ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ اپنے غلام کو مارتے ہیں۔ رسولؐ خدا موقع پر پہنچ کر فرماتے ہیں: جو قدرت اس غلام پر تجھے حاصل ہے اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذرؓ زمین پر گر پڑتے ہیں اور غلام سے کہتے ہیں: اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ عدالت میں ایک یہودی اور حضرت علیؓ کو برابر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر کیا عظیم منشورِ انسانی پیش کرتے ہیں۔ فرمایا: لوگو! خبردار رہو۔ تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (رحمۃ للعالمین، ص ۸۷-۸۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ تعلیمات تھیں جن پر چل کر مسلمانوں نے عملاً ایک عالم گیر اور روشن خیال معاشرہ قائم کر کے دکھا دیا اور دنیا کو ماننا پڑا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو ہر نسل کے لوگ اکٹھے کر کے محض ایک عقیدے کی بنا پر انھیں ایک اُمت بنا سکتا ہے۔

آج زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ انسان کے اپنے تخلیق کردہ نظریات دنیا کو فساد کے سوا کچھ نہیں دے سکے۔ گذشتہ چند صدیوں میں دنیا نے بے شمار نظاموں اور اِزموں کو آزما کر دیکھ لیا ہے۔ انسان پریشان سے پریشان تر ہوتا جا رہا ہے۔ آج پھر مجبوراً اسے اسلام ہی وہ واحد سہارا دکھائی دیتا ہے جو اس کی مشکلات اور اس کے مصائب میں اس کی دستگیری کر سکتا ہے اور اسے سُکھ اور چین فراہم کر سکتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام ہی وہ واحد چراغ ہے جو دنیا کے اندھیروں کو روشنیوں میں بدل سکتا ہے تو اس چراغ کی لَو بڑھانے کا فریضہ کون انجام دے؟

اس سوال کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ اس چراغ کو جلائے رکھنے کا کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو اس چراغ کے علَم بردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جو اپنے آپ کو انبیا کا وارث

تصور کرتے ہیں، جن سے ان کے نبی برحقؐ نے اپنے تکمیلِ مشن پر پوچھا تھا: کیا میں نے بات پہنچا دی؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، یارسولؐ اللہ! تو پھر ان کے ہادیؐ نے انھیں حکم دیا تھا: جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک میری یہ بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔

اب اگر اُمتِ مسلمہ حقیقت اور انصاف کی نظر سے دیکھے تو عصرِ حاضر کا سب سے بڑا چیلنج اُسے اور صرف اُسے درپیش ہے۔ اسے اپنے رب اور اپنے نبیؐ سے کیے گئے وعدوں پر پورا اترنے کا ایک سنہری موقع نصیب ہو رہا ہے۔ اب تساہل سے کام لینے کی کوئی گنجایش نہیں۔ اسے اپنا کڑا احتساب کرنا ہوگا۔

چند ناگزیر تقاضے

ان حالات میں اب اس اُمتِ خیر پر لازم ہے کہ:

○ **اپنی منتشر صفیں درست کرے:** انتشار کے نتیجے میں اس نے آج تک بڑے نقصان اٹھائے ہیں۔ آج دنیا میں ۵۰ سے زیادہ اسلامی مملکتیں موجود ہیں۔ یہ تمام بے پناہ قدرتی وسائل اور خزانوں سے معمور ہیں لیکن کتنے دکھ کی بات ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی صحیح معنوں میں آزاد مملکت ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ ان میں سے کوئی مجبور ہے تو کوئی معذور۔ ان کے درمیان اتحاد و اتفاق نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ غیرمسلم آقاؤں کی خوشنودی میں ایک دوسرے کی سلامتی سے بھی کھیل جانے سے گریز نہیں کیا جاتا۔

جدید دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر اب عالمِ اسلام پر لازم ہوگیا ہے کہ:

- اسلامی ممالک کی تنظیم (O.I.C) کو ایک مضبوط اور فعال ادارہ بنایا جائے۔
- اسلامی ممالک کا ایک مشترکہ فنڈ قائم کیا جائے اور اس فنڈ سے غریب مسلم ممالک کی ترقی کے لیے ہر شعبے میں ان کی امداد کی جائے۔
- اسلامی ممالک کی تنظیم کے تحت ایک مشترکہ اسلامی فوج قائم کی جائے تاکہ ہر جارحیت کا متحد ہوکر بروقت سدِّباب کیا جاسکے۔
- تمام اسلامی ممالک متحد ہوکر جدید سائنسی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلے

میں کثیر تعداد میں طلبہ' اساتذہ اور ماہرین کے باہمی تبادلے سے ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کی مشترکہ سعی کریں۔

- جدید سائنسی علوم کے حصول کی کوششوں کے ساتھ دینی اور شرعی علوم کے حصول کا حکومتی اور اسلامی ممالک کی تنظیم کی سطح پر متحدہ اور مشترکہ انتظام کیا جائے۔ ماضی قریب میں غیر ملکی تسلط نے بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں کو ان کے مذہبی علوم سے دُور رکھنے کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں نے مجرمانہ حد تک ان کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ آج مسلمان اپنے دینی علوم حاصل کرنے میں شرم کیوں محسوس کرتا ہے؟

- ہر حکومت عوام میں پائی جانے والی نفرتوں کو دُور کرنے کے لیے سرکاری سطح پر:

—— لاؤڈ اسپیکر کے بے جا استعمال کو سختی سے روکے۔

—— مناظرہ بازی کے رواج کا سختی سے سدباب کرے (مناظرہ بازی کے چسکے نے ہمیں رسوائیوں کے سوا کچھ نہیں دیا)۔

—— منافرت اور انتشار پھیلانے والے لٹریچر پر کڑی پابندیاں عائد کرے۔

—— مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلم عوام کے اندر تہذیبی شعور (civic sense) بیدار کرنے کا خصوصی اہتمام کرے تاکہ ہر گھر کے اندر اور باہر طہارت' جو ایمان کی ایک بنیادی شرط ہے' پوری ہوتی نظر آئے۔

○ **حقوقِ انسانی کا اسلامی تصور اُجاگر کرنا:** آج اُمتِ مسلمہ پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ اسلامی' معاشرتی اور انسانی صفات کا عملی مظاہرہ کرے اور حقوقِ انسانی کے تحفظ کا وہ نمونہ پیش کرے جو اس کے اسلاف نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ عفو و درگزر' صبر و استقلال اور عدل و انصاف کے ذریعے وہ معاشرہ تشکیل دے جس کی مثال سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔

○ **اسلام کی روحانی اقدار کو اجاگر کرنا:** اسلام نے روحانیت کی تعلیم کو 'الاحسان' کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔ اسلام میں عبادات کا مقصد ہی انسان کو روحانی تسکین فراہم کرنا اور اسے اپنے اللہ کے قریب تر لے جانا ہے۔

دل کی اصلاح ہی بدن کی اصلاح کی ضامن ہوسکتی ہے۔ آج انسان کے دل اور بدن میں کوئی ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ اس ہم آہنگی کا واحد ذریعہ اللہ کا ذکر اور صحیح معنوں میں عبادات کی بجا آوری ہے۔ اس سلسلے میں قرآن اور سیرت کا مطالعہ حد درجہ معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ لیکن کاش اُمتِ مسلمہ اس کا احساس کرے۔ آج ہم قرآن اور سیرت کے مطالعے کی دعوت دیتے ہوئے کیوں شرما جاتے ہیں؟ ہمیں قرآن اور سنت کے مطالعے کی اہمیّت کا کیوں احساس نہیں ہوتا؟

○ **مذاہب کے درمیان مشترکہ اخلاقی اقدار کو اُجاگر کرنا** آج اُمتِ مسلمہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کو مل جل کر فروغ دے، جو اسلاف سے اس نے میراث میں پائی تھیں اور جنھیں اب وہ کافی حد تک گنوا بیٹھی ہے اور جو تمام آسمانی مذاہب میں مشترک ہیں، صداقت، امانت، دیانت، ایفاے عہد، انصاف، باہمی محبّت، شفقت اور تعظیم کی صفات نہ صرف اس کے اندر پیدا ہوجائیں بلکہ ان کے فروغ کے لیے ہر مسلمان انفرادی سطح پر بھی ان کا عملی نمونہ بن جائے۔ ہر مومن ان اوصافِ حمیدہ کا اس طرح مظاہرہ کرے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کے خلاف بھری کدورت نہ صرف نکل جائے بلکہ وہ ازخود اس طرف کھچے چلے آئیں۔

○ **ہر مسلمان دین کا سچا داعی بن جائے:** آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مومن کا جسم اور روح دونوں صحیح معنوں میں سیرتِ مصطفیؐ کی پیروی میں لگ جائیں۔ وہ خدا کے سچے دین کا سچّا داعی بن جائے۔ وہ ہدایت کا ایسا چراغ بن جائے جو جہاں بھی جائے، اس کے اردگرد کا ماحول اس کے کردار اور اس کے پاکیزہ الفاظ کی کرنوں سے جگمگانے لگے۔ اس کے لباس، خوراک، رہن سہن، بود و باش، بول چال اور معاملات سے وہی خوشبو آئے جو آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی سیرت سے آیا کرتی تھی۔ وہ حق کا پیغام گھر گھر پہنچانے پر کمربستہ ہوجائے۔ وہ اپنے اللہ کا فرمان اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بن جائے۔ اسے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو اور اس پر نظر پڑے تو خدا یاد آجائے ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا